مابعدجدیدیت اورمہابیانیہ(Metanarrative)پرتشکیک اسلامی تعلیمات کے تناظر میں

*احمد ندیم گہلن
**ڈاکٹر محمد اکرم رانا

Abstract

Postmodernism is an aesthetic,literary,social and political philosophy of the present age. This theory gives new kind of world view. In this article one feature of postmodernism,i.e.,incredulity towards metanarratives has been discussed. This article shows the incoherence of this theory. Habermas and Richard Tarnas'views have also been quoted.This article also analyses postmodernism in the light of Islamic teachings.

مابعدجدیدیت(Postmodernism) کیا ہے؟

مابعدجدیدیت اصل میں انگریزی اصطلاح Postmodernism کا اردو متبادل ہے۔ اسے مختصراً Pomo بھی لکھا جاتا ہے۔ مابعدجدیدیت آج کے دور کا فلسفہ، ترقی یافتہ معاشروں کا عقیدہ، طرزِ زندگی اور معاشرتی صورت حال کا نام ہے۔

ما بعدجدیدیت کا لفظی معنی ہے،'جدیدیت' کی تحریک (Modernism) کے بعد! مغرب میں جدیدیت کی تحریک کے ردعمل میں برپا ہونے والی فکری تحریک یا معاشرتی رجحان کو مابعدجدیدیت کہا جاتا ہے۔ مابعدجدیدیت کی اصطلاح کا استعمال ابتدا میں تنقیدی نظریہ میں استعمال ہوا، بعد میں اس سے مراد ادب، ڈرامہ، آرٹس، آرکی ٹیکچر، ڈیزائن، مارکیٹنگ اور بزنس وغیرہ میں ترقی وارتقا کی سمت مراد لی جانے لگی۔ حتی کہ بیسویں صدی کی اختتامی دہائیوں میں یہ اصطلاح تاریخ، قانون، کلچر اور مذہب کی وضاحت کے لیے بھی استعمال ہونے

*پی۔ایچ۔ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان
**پروفیسر، چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

لگی۔ مابعد جدیدیت جمالیاتی، ادبی، سماجی اور سیاسی فلاسفی بھی ہے جو معاشروں اور اداروں کی تبدیلیوں اور ارتقا کے عمل کو موضوعِ بحث بناتی ہے۔ Wikipedia کے مطابق:

> " Postmodernism is an aesthetic, literary, politicalor social philosophy, which was the basis of the attempt to describe a condition, or state of being, or something concerned with changes to institutions and conditions as postmodernity."(1)

ترجمہ: مابعد جدیدیت ایک جمالیاتی، ادبی، سیاسی یا سماجی فلسفہ ہے جو کہ دراصل اس کوشش کا نام ہے جو حالات یا اداروں کی تبدیلی سے متعلق ہے۔

دوسرے لفظوں میں مابعد جدیدیت فکری اور ثقافتی مظہر کا نام ہے۔ The compact oxford English Dic. کے مطابق:

> " A style and concept in the arts characterized by distrust of theories and ideologies." (2)

ترجمہ: آرٹس میں ایسا سٹائل اور تصور جو نظریات وعقاید پر بے اعتقادی کا اظہار کرتا ہے۔

مابعد جدیدیت ایک پیچیدہ صورت حال ہے جس نے روشن خیالی، آزادی، جنس، اخلاقیات، مذہب، سماجیات، بلکہ زندگی کے بیشتر گوشوں کو نئے اور متنوع مباحثہ (Discourse) سے ہمکنار کیا ہے۔ فکر انسانی کا ایک نہایت ہی اہم عمل اپنے ہی مقدمات اور موضوعات پر تنقید کرنا ہے۔ چنانچہ مابعد جدید مفکرین نے ان مسائل اور مفروضات کا تنقیدی جائزہ لیا جن سے جدید فکر ترکیب پایا تھا۔ جدیدیت (Modernism) کے علم بردار عقل اور سائنس کے ذریعے آفاقی قدروں (Universal values) کو متعین کرنا چاہتے تھے۔ لیکن مابعد جدید مفکرین نے ان سے اختلاف کر کے سچائی کو اضافی اور حقیقت کو موضوعی ٹھہرایا اور پیچیدہ انسانی صورت حال کو ہر عقلی نظام کی گرفت سے آزاد قرار دیا۔ جدیدیت نے مذہب اور روایت کے بخیے ادھیڑے تھے مگر مابعد جدیدیت نے جدیدیت کو ہی رد کر دیا اور نظریۂ اضافیت پیش کیا۔ مابعد جدیدیت سچائی، اخلاقی قدر، حسن، ذوق وغیرہ کا تعلق انفرادی پسند وناپسند اور حالات (Context) سے جوڑتی ہے۔ یعنی ایک ہی بات کسی مخصوص مقام پر یا مخصوص صورتوں میں سچ

اور دوسری صورتوں میں جھوٹ ہو سکتی ہے۔

پروفیسر گوپی چند نارنگ، جنہوں نے مابعد جدیدیت کے مباحثہ کو اردو ادب سے روشناس کرایا ہے، لکھتے ہیں:

"مابعد جدیدیت کا تصور ابھی زیادہ واضح نہیں ہے۔ مابعد جدیدیت تھیوری سے زیادہ صورت حال ہے یعنی جدید معاشرے کی تیزی سے تبدیل ہوتی ہوئی حالت، نئے معاشرے کا مزاج، مسائل، ذہنی رویے یا معاشرتی وثقافتی فضا، یا کلچر کی تبدیلی جو بحران (Crisis) کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ معلوم ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد جو ذہنی فضا بنی شروع ہو گئی تھی اس کا بھر پور اظہار لاکاں، دریدا، آلتھیو سے، فوکو، بارتھ اور لیوتار جیسے مفکرین کے یہاں ملتا ہے۔ نظریاتی اعتبار سے دیکھیں تو مابعد جدیدیت "بت ہزار شیوہ ہے"۔(3)

پروفیسر نارنگ بھی مابعد جدیدیت کو بت ہزار شیوہ قرار دے کر کوئی سکہ بند تعریف کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اصل میں ہم اس بات کے عادی ہیں کہ کسی بھی تعلیمی یا فکری اصطلاح کی متفقہ قسم کی تعریف ہونی چاہیے اور گزشتہ فکری تحریکات مثلاً روشن خیالی، افادیت پرستی، عقلیت پرستی اور جدیدیت وغیرہ کی باقاعدہ طے شدہ تعریفات ہیں لیکن مابعد جدیدیت کی اس طرح کی کوئی باقاعدہ تعریف نہیں ملتی کیونکہ یہ کوئی تھیوری نہیں بلکہ بعض مفکرین کے نزدیک اینٹی تھیوری ہے۔

جین فرنیکوس لیوٹارڈ بھی مابعد جدیدیت کو تھیوری نہیں بلکہ صورتحال (Condition) قرار دیتا ہے۔ اس کی کتاب کا نام ہے :The Postmodern condition: A Report on Knowledg
اس کتاب کے آغاز میں وہ لکھتا ہے:

" The status of knowledge is altered, as societies enter what is known as the postindustrial age and cultures enter what is known as the postmodern age." (4)

ترجمہ: علم کی نوعیت تبدیل ہو گئی ہے کیونکہ معاشرے مابعد صنعتی دور میں داخل ہو گئے ہیں اور ثقافتیں مابعد جدید دور میں۔

لیوٹارڈ مابعد جدیدیت کو کوئی نظریہ یا تھیوری قرار نہیں دیتا بلکہ عصر حاضر کی صورتحال کو مابعد جدیدیت کہتا ہے۔ اس کے نزدیک ثقافتی تبدیلی کی وجہ سے علم قابل فروخت شے بن گیا ہے اور معاشرے ڈیجیٹل (Digitalise) ہوگئے ہیں۔

جدیدیت کے علم برداروں نے اپنے نظریات پر جس شدت سے اصرار کیا تھا اور اپنے نظریات کے نفاذ کے لیے جس طرح طاقت اور حکومت کا استعمال کیا تھا اس نے فکری جبر کی وہی صورت حال پیدا کردی، جو عہد وسطیٰ کے یورپ میں مذہبی کلیسا نے پیدا کی تھی۔ اور جس کے ردعمل میں جدیدیت کی تحریک پیدا ہوئی تھی۔ اس سختی کا لازمی نتیجہ شدید ردعمل کی صورت میں ظاہر ہوا اور یہی مظہر (Phenomenon) مابعد جدیدیت کہلاتا ہے۔ مابعد جدیدیت کی متفقہ تعریف تو سامنے نہیں آسکی، لیکن اس بات پر تقریباً تمام مفکرین کا اتفاق ہے کہ مابعد جدیدیت، جدیدیت کے ردعمل میں ظہور پذیر ہوئی۔

لہٰذا مابعد جدیدیت دراصل ان افکار کے مجموعے کا نام ہے۔ جو جدیدیت کے بعد اور اکثر اس کے ردعمل میں ظہور پذیر ہوئے۔ اس کے علم بردار نہ تو کسی منظّم نظام فکر کے قائل ہیں اور نہ منظّم تحریکوں کے! اس کے مفکرین یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مابعد جدیدیت کسی نظریے کا نام نہیں ہے بلکہ اس عہد کا نام ہے جس سے ہم گزر رہے ہیں اور ان کیفیتوں کا نام ہے جو اس عہد کی امتیازی خصوصیات ہیں کیونکہ اس موضوع پر بے شمار کتب لکھی جا چکی ہیں اور مباحث چھیڑے جا رہے ہیں اور اس کے دعاوی کے حق میں دلائل کے انبار جمع کیے جا رہے ہیں۔ اس لیے دنیا ان کے خیالات کو نظریۂ حیات (Ideology) یا طرز زندگی ماننے پر مجبور ہے۔

اس مقام پر اس بات کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ اکثر امور میں مابعد جدید مفکرین میں اتفاق رائے بھی نہیں ہے اور علمی حلقوں میں یہ اصطلاح مختلف معنوں میں استعمال ہوتی رہی ہے۔ اس لیے بھی اس کی تعریف بیان کرنا مشکل ہے۔ لیکن اکثر خیالات ان میں مشترک بھی ہیں اور یہی فکر ان کا امتیاز ہے۔

مابعد جدیدیت کے اہم مفکرین:

مابعد جدیدیت کی فکر کو پروان چڑھانے میں جن مغربی مفکرین نے اہم کردار ادا کیا ان کے نام یہ ہیں: رولاں بارتھ (Roland Barth 1915-1980), چارلز جینکس (Charles Jencks), لیوٹارڈ (J-F Lyotard 1924-1998), ژاک دریدا (Jacques Derrida 1930-2004), مشل فوکو (Michel Foucault 1926-1984), ژین بادریلا (Jean Baudrillard 1928) وغیرہ۔

مہابیانیہ پرتشکیک(Incredulity toward Metanarrative):

لیوٹارڈ،جس کا اس فکر کے بانیوں میں شمار ہوتا ہے وہ کہتا ہے:

" I define postmodernism as incredulity towards metanarratives."(5)

ترجمہ: میرے نزدیک مابعد جدیدیت کا مطلب عظیم بیانات پر عدم یقین ہے۔

یہ میٹانیریٹو کیا ہے؟ پہلے اس کی تھوڑی سی وضاحت ہو جائے۔ یہ مابعد جدیدیت کی فرنٹ لائن یا بنیادی اصطلاح ہے اسے Masternarrative اور Grandnarrative بھی کہا گیا ہے۔ میٹا(Meta) یونانی لفظ ہے جس کا معنی مابعد، ورا (Beyond) اور علاوہ ہے۔ جس طرح Metaphysics اور Meta Language وغیرہ۔ جب یہ کسی لفظ کے ساتھ بطور سابقہ استعمال ہوتا ہے تو اس سے مراد ایک نظری فریم ورک ،نظریہ یا تھیوری ہوتا ہے۔ یہ فریم ورک یا تھیوری دراصل اس موضوع کی تجرید(Abstract) ہے، جس کا مطالعہ تھیوری کرتی ہے۔مثلاً میٹافزکس سے مراد فزکس کی وہ ابتدائی(First order)تھیوری ہے جو مابعد الطبیعیات کا مطالعہ کرتی ہے اسی طرح میٹانیریٹو سے مراد وہ نظری فریم ورک یا First order نیریٹو ہے جو بیانیے کا مطالعہ کرتی ہے۔گویا میٹانیریٹو، بیانیے سے متعلق وہ بیانیہ ہے جو مختلف بیانیوں اور بیانیاتی نظام کا تجزیہ کرتا ہے، اور بیانیوں کی اصل سے ہمیں آگاہ کرتا ہے۔

واضح رہے کہ میٹانیریٹو میں بیانیے کا مفہوم وہی ہے جو سب سے پہلے رولاں بارتھ اور پھر لیوٹارڈ نے اسے دیا ہے۔انہوں نے بیانیے کو ادبی صنف کی محدودیت سے نکال کر ایک ساخت اور نظام قرار دیا جو متعدد علوم، کلامیوں اور نظریوں میں کارفرما ہے۔لیوٹارڈ نے مہابیانیے کی منطقی وضاحت کی بجائے اسے جدیدیت کے بیانیوں کے تناظر میں واضح کیا ہے۔ وہ اولاً کہتا ہے کہ مابعد جدید صورت حال تمام مہابیانیوں پر شبہ کرتی ہے، وہ تمام مہابیانیے جو جدیدیت نے تشکیل دیے تھے۔جدیدیت کے مہابیانیوں میں سائنسی عقلیت کو کلی انسانی ترقی کا باعث قرار دینا، ڈارون کے نظریہ ارتقا کو انسانی نوعی ارتقا کا کلی نظریہ سمجھنا، فرائڈ کے نفسی ماڈل کو کلی انسانی نفسی ماڈل ٹھہرانا، اور مغربی تاریخ کی ادوار بندی یعنی زوال روما، دور مظلمہ، نشاۃِ ثانیہ، روشن خیالی اور جدیدیت وغیرہ۔

مابعد جدیدیت کے حامی کہتے ہیں کہ درج بالا مہابیانیے جو جدیدیت نے عالمگیر سچائیوں کی صورت میں پیش کیے، کھلا فریب تھا۔ وقت نے ان خود ساختہ حقیقتوں کا جھوٹ واضح کر دیا ہے۔جدیدیت نے چونکہ اشتراکیت کو بھی عالمگیر صداقت یا مہابیانیہ (Metanarrative) کے طور پر پیش کیا تھا اور اکثر مابعد جدیدی مفکر اشتراکی

تھے۔روس کی افغانستان میں ہزیمت اور ماسکو کی گلیوں میں کمیونزم کی بساط کا لپیٹا جانا، ایسی چوٹ تھی جوان سے برداشت نہ ہوئی اس لیے مابعد جدید مفکرین کے ہاں یہ جملہ ضرب المثل بن گیا:

"If Marx isn't true then nothing is" (6)

ترجمہ: اگر مارکس (کی فکر) صحیح نہیں تو کچھ بھی درست نہیں۔

لہٰذا مابعد جدید مفکرین نے ہر قسم کے مہابیانیہ کو رد کرنے میں ہی عافیت سمجھی ہے۔ مابعد جدید مفکرین کے نزدیک تصور جہاں (World view) سچائی کی پیداوار نہیں ہوتا بلکہ لوگوں نے اپنے من پسند خیالات کو عالم گیر سچائیوں کے طور پر دنیا پر مسلط کیا ہے۔ اس لیے یہ مفکرین عالم گیر اصول واخلاق کے طور پر پیش کی جانے والی کسی بھی تھیوری کو ماننے سے انکاری ہیں۔

مابعد جدیدیت کے ماننے والے سائنس کو بھی حتمی سچائی کی حیثیت سے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ چونکہ ان کے نزدیک سائنس بھی اپنے دعوے ثابت کرنے میں ناکام رہی ہے۔ لیوٹارڈ لکھتا ہے:

> "In the first place, scientific knowledge does not represent the totality of knowledge; it has always existed in addition to, and in competition and conflict with, another kind of knowledge, which I call Narrative……"(7)

ترجمہ: پہلی بات تو یہ کہ سائنسی علم ہی کامل علم کی نمائندگی نہیں کرتا، یہ ہمیشہ اضافی بلکہ مقابلہ کی حالت میں رہا ہے دوسری قسم کے علم کے ساتھ جسے میں ''بیانیہ'' کہتا ہوں۔

یعنی لیوٹارڈ سائنسی علم کو، عقائد کے علم (جسے وہ بیانیہ کہتا ہے) سے برسر پیکار سمجھتا ہے۔

Encyclopedia of Faith and Reason کا مقالہ نگار رقم طراز ہے:

> "Postmodernism is largly a reaction to the assumed certainty of scientific, or objective efforts to explain reality. In essence, it stems from a recognition that reality is not simply mirrored in human understanding of it, but rather is constructed as the mind tries to understand its

> own particular and personal reality. For this reason, postmodernism is highly skeptical of explanations which claim to be valid for all groups, cultures, traditions or races, and instead focuses on the relative truth.
>
> Postmodernism is "Post" because it denies the existence of any ultimate principles and it lacks the optimism of there being as scientific, philosophical or religious truth, which will explain everything for everybody." (8)

ترجمہ: مابعد جدیدیت صداقت کے تیقن کی کوششوں (سائنسی ہوں یا خارجی) کے خلاف ردعمل ہے۔ صداقت محض انسانی فہم کی انعکاسی نہیں ہے بلکہ انسانی ذہن اپنے لیے خود سچائیاں تخلیق کر لیتا ہے۔ اس لیے مابعد جدیدیت ہر اس تشریح وتفہیم پر شبہ ظاہر کرتی ہے جو تمام کلچرز، معاشروں، روایات اور نسلی گروہوں کے لیے آفاقی ہونے کا دعویٰ کرے۔ اس کے بجائے یہ اضافی صداقتوں پر یقین کرتی ہے۔ مابعد جدیدیت اسی لیے ''مابعد'' ہے کہ یہ ''صداقت مطلق'' کے وجود کا انکار کرتی ہے۔ اور سائنسی، فلسفیانہ اور مذہبی صداقتوں پر یقین نہیں رکھتی جو آفاقی ہونے کی دعوے دار ہیں۔

مابعد جدیدیت ہر تاریخی عہد اور مظہر کو مقامی (Localize) تسلیم کرتی ہے۔ آفاقیت کی بجائے اضافیت، مابعد جدیدیت کا اہم مقدمہ ہے۔

مابعد جدیدیت، میٹانیریٹو کے نام پر ہر عقیدہ، نظریہ یا آفاقی صداقت کو شک وشبہ کی کسوٹی پر پرکھتی ہے اور پھر رد کر دیتی ہے۔ مابعد جدیدیت کے مدعی کہتے ہیں کہ آفاقی صداقتیں، محض اساطیر (Myths) ہیں جو ''صداقت'' کی مختلف شکلوں کو قانونی درجہ دینے (Legitimise) کے لیے تراشی جاتی ہیں۔

مابعد جدید مفکرین (لیوٹارڈ، رولینڈ بارتھ وغیرہ) کا یہ کہنا کہ ''یہ دور میٹانیریٹو کے خاتمہ کا اعلان کرتا ہے اور مابعد جدیدیت ہر طرح کے مہابیانیہ کا رد کرتی ہے۔'' یہ اعلان یا دعویٰ بھی تو مہابیانیہ (Metanarrative) کے زمرے میں آتا ہے۔ مہابیانیہ کے رد کا یہ دعویٰ بھی تو ایک مہابیانیہ ہے اور استبعاد (Paradox) ہے۔ ان کا یہ دعویٰ دو دھاری تلوار ہے جس سے وار کرنے والا بھی محفوظ نہیں۔

Jurgan Habermas مابعد جدیدیت کے اس دعویٰ کو جھوٹے کی الجھن (Liar's Paradox) قرار دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے:

" Lyotard's incredulity towards metanarratives could be said to be self-refuting and Liar's paradox (this statement is false). one is skeptical of universal narratives such as truth, knowledge, right or wrong, then there is no bases for believeing the truth that metanrratives are being undermined."(9)

ترجمہ: لیوٹارڈ کی مہابیانیوں پر تشکیک کو خود اپنی تردید اور جھوٹے کی الجھن (یعنی یہ بیان غلط ہے) کہا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی عالمی صداقتوں مثلاً علم، صحیح یا غلط کے بارے میں ہی متردد ہے تو اس کی (اس تشکیک کی) صداقت پر یقین کرنے کی کوئی بنیاد نہیں۔ کیونکہ اس طرح تو مہابیانیہ کا مقام کم ہو جاتا ہے۔ یعنی ہیبر ماس کہتا ہے کہ لیوٹارڈ کا مہابیانیہ کا رد کا دعویٰ: خود اپنی نفی کرتا ہے اور جھوٹے کے سچ کی طرح ہے جس پر یقین نہیں ہوتا۔ اگر آفاقی صداقتوں پر ہی یقین نہ ہو مثلاً سچائی، علمی نظریہ، غلط، درست وغیرہ تو پھر تسلیم شدہ حقائق کو کمزور کرنے والی بات ہے۔ ہماری گزارش ہے کہ مابعد جدیدیت کا یہ دعویٰ کہ دنیا میں کسی سچائی کا سرے سے وجود نہیں ہے، ایک غیر منطقی دعویٰ ہے۔ اس دعویٰ میں بہت بڑا منطقی نقص ہے۔ یہ کہنا کہ ''یہ سچ ہے کہ دنیا میں کوئی سچ نہیں'' ایک بے معنی بات ہے دنیا میں کوئی سچ نہیں''! یہ بذات خود دعویٰ اور ایک مہابیانیہ ہے اگر اس کو درست مان لیا جائے تو سب سے پہلے اس کی ضرب خود اسی بیان پر پڑے گی اور یہ بیان جھوٹا قرار پائے گا۔

مشہور امریکی سکالر رچرڈ ٹارنز (Richard Tarnas) کہتا ہے۔

"The paradox of the postmodern position is that, in placing all principles under the scrutiny of its skepticism, it must realize that even its own principles are not beyond questioning. postmodernism cannot on its own principles ultimately justify itself."(10)

یعنی رچرڈ ٹارنز بھی یہی سوال اٹھاتا ہے کہ مابعد جدیدیت کا یہ تضاد ہے کہ تمام اصولوں کو تشکیک وتردید کے ترازو میں تول کر، اس کے اپنے اصول بھی شک وتردید سے بالا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مابعد جدیدیت اپنے اصولوں کی بنیاد پر اپنے آپ کو ہی ثابت نہیں کر سکتی۔

عملی طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ آج بھی لاکھوں، کروڑوں کی تعداد میں مذہبی، معاشی، سماجی اور سیاسی صداقتوں پر یقین رکھتے ہیں اور میٹا نیریٹو پر اعتماد باقی ہے اگر یقین نہ ہو تو ہر سال لاکھوں کی تعداد میں جمع ہو کر لوگ حج کا اجتماع کیوں منعقد کریں۔ ہندو ''کنبھ میلہ'' کیوں منائیں اور مغرب میں بھی تو بنیاد پرست عیسائی تنظیمیں لاکھوں کی تعداد میں ممبر شپ رکھتی ہیں۔ دنیا میں کثرت سے آج بھی جمہوری حکومتیں منتخب ہوتی ہیں۔ اسلامی معاشروں میں ''اسلامی لہر'' کیا مہابیانیہ کے رد کا اعلان کرتی ہے یا مذہبی صداقتوں پر یقین وتصدیق کا؟

منطقی اور ریاضیاتی نقص کے علاوہ اس فکر کے عملی اثرات بھی نہایت بھیانک برآمد ہوئے ہیں اور مزید ہو سکتے ہیں! مثلاً مغربی معاشروں میں سحاق اور لواطت کی ثقافت (Lesbian and Gay culture) کو قانونی اور سماجی طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے ان کا خاندان کا ادارہ معدومیت کی حدوں کو چھو رہا ہے۔ اس بات کا ان کے مفکرین اور حکومتوں کو بھی شدید احساس ہے لیکن وہ اسے روک نہیں سکتے، کیونکہ ان کے مخصوص تہذیبی وسماجی تناظر میں ایسا کرنا درست ہے ان کی ثقافت اس بات کی اجازت دیتی ہے اس لیے وہ غیر قانونی اور غیر فطری رشتہء ازدواج (Without wedlock partnership اور Non monogamous partnership) کو قانوناً روکنے کے بجائے تحفظ فراہم کرتے ہیں اور اس طرح باہمی رضامندی سے جنسی تعلق کے جو بھیانک نتائج مغربی معاشروں میں برآمد ہوئے ہیں محتاج بیان نہیں۔ اسی طرح اگر سچائی اضافی ہے اور دنیا میں کوئی قدر آفاقی نہیں ہے اور سچائیاں مقامی تہذیب وثقافت کی پیداوار ہیں تو سوال یہ ہے کہ کس بنیاد پر مثلاً نازی ازم یا فاشزم کو غلط قرار دیا جائے گا۔ یا طالبان کی پر امن حکومت کو کس بنیاد پر برباد کر دیا گیا؟ آخری نازی ازم یا طالبان کی حکومت بھی تو ان قوموں کے اتفاق رائے کا نتیجہ تھی۔ اس طرح کسی جیب کترے کو کس طرح جیب کاٹنے سے یا بھکاری کو بھیک مانگنے سے منع کیا جائے گا؟ حالانکہ وہ اس کام کو بطور پیشہ (Profession) اپنائے ہوئے ہیں اور ہر جیب کترا اور بھکاری جس مخصوص تہذیبی پس منظر میں پروان چڑھتا ہے وہ انہیں ان کے اس عمل کو ایک ناگزیر حقیقت کے روپ میں ہی دکھاتا ہے۔

معروضی اور زمینی حقائق کا تقاضا ہے کہ سچائی کی اضافیت کے نظریے کو مان لینے کے بعد اس دنیا کا نظام

چل ہی نہیں سکتا۔ جب تک کچھ حقائق پر عالمی/آفاقی اتفاق رائے نہ ہو اور انہیں قطعی حقائق کے طور پر قبول نہ کیا جائے اس وقت تک تمدن کی گاڑی ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتی۔ جہاں کچھ باتوں پر اختلاف رائے تمدن کو رنگا رنگی اور تنوع بخشتا ہے وہیں کچھ باتوں پر اتفاق (Consensus) تمدن کو استحکام عطا کرتا ہے۔ اس لیے اتفاق اور اختلاف دونوں کی ضرورت ہے۔

مہا بیانیہ پر تشکیک اور سچائی کی اضافیت: اسلامی تعلیمات کے تناظر میں:

آفاقی صداقتوں کا رد اور سچائی کی اضافیت، اسلامی نقطۂ نظر سے ایک باطل نظریہ ہے۔ انسان کو دیگر مخلوقات پر جس خصوصیت کی وجہ سے فوقیت دی گئی ہے وہ عقل ہے۔ اور اسلام نے عقل کے جائز مقام کو تسلیم بھی کیا ہے۔ لیکن اسلام اس بات کا قائل ہے کہ عقل انسانی کے ذریعے مستنبط حقائق یقیناً اضافی (Relative) ہیں اور شک وشبہ سے بالا نہیں ہیں۔ اس حد تک مابعد جدیدیت اسلامی فکر سے ہم آہنگ ہے۔ لیکن اسلام کے نزدیک جن حقائق کا سرچشمہ وحیِ الٰہی ہے وہ حتمی اور قطعی ہیں۔ ان کی جزوی تشریحات وتعبیرات (جس میں فہم انسانی کا دخل ہے) تو اضافی ہوسکتی ہیں، بلکہ ہیں، اسی لیے تو فقہی اختلافات بہت زیادہ ہیں اور ایک ہی فقہی مسلک (School of thought) کے اندر بھی آئمہ کا اختلاف رائے ہے۔ لیکن یہ اختلاف فروع (Branches) میں ہے نہ کہ اصول (Roots) میں۔ لیکن وہ حقائق جن کا سرچشمہ وحیِ الٰہی ہے اور ان کے واضح معنیٰ ہر اعتبار سے حتمی اور قطعی ہیں اور خبر متواتر سے ثابت ہیں تو پھر شک یا اختلاف کی گنجائش نہیں۔ مثلاً چوری کی سزا 'قطع ید' تو مقرر ہے اور اس میں شک یا اختلاف کی گنجائش نہیں مگر ہاتھ کو کس مقام سے کاٹنا ہے اس کی فقہی تعبیرات میں اختلاف ہوسکتا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

> ''یہ بات جان لی جانا ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو جس طرح قرآن کے الفاظ بیان کر کے دیے ویسے ہی اس کے معانی بھی واضح کر کے دیئے۔'' (11)

عقل انسانی بہرحال عطیہ خداوندی اور شرفِ انسانیت ہے اسی لیے تو قرآن نے بار بار غور وفکر اور فہم وتدبر کی دعوت دی ہے۔ قرآن مجید میں یہودیوں، عیسائیوں، مشرکین اور ملحدین کو سینکڑوں مرتبہ عقائد اسلام کی دعوت دی گئی ہے۔ لیکن ایک جگہ بھی یہ نہیں کہا کہ تقلیداً ان عقائد کو مان لو، بلکہ ہر جگہ غور وفکر سے ان کو منوانا چاہا ہے اور تقلید پرستی کی سخت برائی کی ہے۔ مخالفین اسلام کو سب سے بڑا الزام ہی یہ دیا گیا ہے کہ:

''وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ''

(12)(آسمان اور زمین پر کسی قدر نشانیاں ہیں، لیکن یہ ان پر گزر جاتے ہیں۔ان کی طرف رخ نہیں کرتے۔)

دوسرے مقام پر فرمایا: **لَهُمۡ قُلُوبٌ لَّا يَفۡقَهُونَ بِهَا**''۔(13)

ترجمہ: ان کے دل تو ہیں لیکن اس سے سمجھ کا کام نہیں لیتے۔

چند مزید مقامات کی طرف توجہ مبذول کروانا چاہوں گا:

1۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان کی بنیاد محض تقلید پر نہیں رکھی گئی ہے بلکہ آزادانہ سوچ پر ہے گویا عقیدہ توحید انسان کی حریت کا اعلان ہے نہ کہ اس کی غلامی اور تقلید کا۔اس سلسلہ میں قرآن مجید میں متعدد آیات موجود ہیں۔وہ آیات جن میں عقل یا اس کے مشتقات موجود ہیں ان کی تعداد فواد عبدالباقی کی تحقیق کے مطابق انچاس ہے۔(14) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ ....لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ''۔(15)

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور دن رات کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے میں......عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

2۔ اسلامی عقائد میں غیب پر ایمان ایک محدود دائرہ میں ہے اور غیبی عقائد بھی ایسے ہیں جو حد درجہ معقول ہیں مثلاً:

''ان تومن باللہ وملائکتہ وکتبہٖ ورسلہٖ والیوم الآخر وتومن بالقدر خیرہٖ وشرہٖ''(16)

ترجمہ: تم ایمان لاؤ اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، یوم آخرت پر اور اچھی بری تقدیر پر کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

غیب سے تعلق رکھنے والی ان مخصوص اشیا پر ایمان کا مطالبہ صرف اسی صورت میں کیا جا رہا ہے کہ یہ اشیا قطعی اور عقلی دلائل سے ثابت ہیں۔

3۔ متعدد مقامات پر وحی (جو قرآن وحدیث کی شکل میں ہے) کو حکمت قرار دیا گیا ہے:

''وَمَآ اَنۡزَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنَ الۡكِتٰبِ وَالۡحِكۡمَةِ''۔(17)

ترجمہ: اور جو کتاب وحکمت تم پر اتاری گئی ہے۔

''وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ''۔(18)

ترجمہ: اور وہ کتاب وحکمت سکھایا کرے۔

شریعت اسلامیہ کی بنیاد حکمت اور عقل سلیم پر ہے نہ کہ خواہشات، حماقتوں اور خرافات پر۔ یہ ایک بامقصد شریعت ہے۔ چنانچہ اسلام کے سوا دنیا کے دیگر کسی مذہب نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ عقل سے ثابت ہے اور مذہب کو عقل کی بنا پر ماننا چاہیے یہ وہ بڑا فرق ہے جو اسلام کو اعلانیہ تمام دوسرے مذہب سے ممتاز کرتا ہے۔اس ساری بحث میں اسلام کا نقطۂ نظر نہایت معتدل، متوازن اور عقل کو اپیل کرنے والا ہے۔ اس نقطۂ نظر میں مابعد جدیدی مفکرین کے اٹھائے ہوئے سوالات کے جوابات بھی موجود ہیں اوران تضادات کی بھی گنجائش نہیں ہے جو مابعد جدیدیت میں پائے جاتے ہیں۔ جدیدیت (Modernism) نے جس طرح عقل انسانی کو حتمی اور قطعی مقام دیا اور عقلیات کو حتمی سچائی کے طور پر پیش کیا، اس پر مابعد جدید مفکرین سے بہت پہلے اسلامی مفکرین جرح کر چکے ہیں۔ بلکہ یہ مبحث صدیوں قبل امام غزالیؒ اور امام ابن تیمیہؒ کے افکار میں بھی ملتا ہے۔

امام غزالیؒ نے ''تہافتہ الفلاسفہ'' میں ارسطو کی منطق پر خود اسی منطق کے اصولوں کا استعمال کر کے جو تنقید کی ہے اس کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ وہ محض عقل کے ذریعے معلوم حقائق کو واہمہ قرار دیتے تھے۔ان کا خیال تھا کہ کائنات کی وسعتیں اور وقت (Time and space) لامحدود ہے اور انسانی عقل لامحدود کا ادراک نہیں کرسکتی۔اس بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے انہوں نے مختلف مثالوں سے ثابت کیا ہے کہ انسانی حسیات کے ذریعے حاصل شدہ معلومات اکثر اوقات دھوکے کا باعث ہوتی ہیں۔ صرف آنکھ سے دیکھا جائے تو ستارے چھوٹے چھوٹے ذرات معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقتاً ان میں سے کئی ستارے زمین اور سورج سے بھی کئی گنا بڑے ہیں۔ اور حواس کا دھوکہ تو روزمرہ کی مثالوں سے مشاہدہ کیا جاسکتا ہے مثلاً سراب وغیرہ اس لیے انسان کے مشاہدات اضافی ہیں۔ اوران مشاہدات کی بنیاد پر اخذ کردہ نتائج بھی اضافی ہیں۔ امام غزالیؒ سوال کرتے ہیں کیا محض عقل ودانش کے بل پر خدائے واحد کا اثبات ممکن ہے؟ پھر خود ہی جواب دیتے ہیں:

> ''اس معاملے میں حکما/ فلاسفہ کی واماندگی واضح ہے کہ وہ باری تعالیٰ کی توحید کو ثابت کرنے سے قاصر ہیں۔ جب باری تعالیٰ بسیط اور واحد ہے تو یہ کثرت وتعدد، اور یہ بوقلمونی اور تنوع کیونکر معروض وجود میں آیا؟ اس معاملے میں فلاسفہ کے پاس (عقلی بنیاد پر) کوئی جواب نہیں۔''(19)

اور یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ حواس خمسہ سے حاصل کردہ علم اور نظر آنے والے حقائق بھی ضروری نہیں کہ حقائق ہی ہوں۔ وہ محض حقیقت کا سایہ یا واہمہ ہو سکتے ہیں۔ امام غزالیؒ سوال اٹھاتے ہیں کہ حسیات کا دھوکہ عقل سے معلوم ہوتا ہے اور عقل کا دھوکہ کسی ایسے ذریعے سے ہی معلوم ہوگا جو عقل سے بالاتر ہو۔ (یعنی وحی الٰہی!)(20)

انسان کی معلومہ فکری تاریخ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ ہر دور اور ہر نسل نے اپنے لیے کچھ اصول وقواعد وضع کیے، اس دور کے ذہین ترین افراد نے اپنی عقل کی رسائیوں سے اپنے ہم عصروں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا اور انسان نے سمجھ لیا کہ ہم حتمی سچائی تک پہنچ گئے ہیں لیکن زیادہ دیر نہ گزرتی تھی کہ وہ نظریہ فرسودہ قرار پا جاتا! ایسا ہر نسل کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ جدید اسلامی مفکرین نے بھی جدیدیت پر کلام کرتے ہوئے عقل کی تجدید اور عقل کے ذریعے معلوم حقائق کو اضافی قرار دیا ہے کچھ خصوصیات میں قدرت کی طرف سے بنی نوع انسان مشترک ہیں۔ مولانا مودودیؒ کے سامنے اگر چہ مابعد جدیدیت کے مقدمات نہیں تھے لیکن ان کی درج ذیل عبارت اس موضوع پر کچھ روشنی ڈالتی ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''کیا یہ واقعہ نہیں کہ تمام جغرافیائی، نسلی اور قومی اختلافات کے باوجود وہ قوانین طبعی یکساں ہیں جن کے تحت انسان دنیا میں زندگی بسر کرتا ہے وہ نظام جسمانی یکساں ہے جس پر انسان کی تخلیق ہوئی ہے۔ وہ فطری داعیات اور مطالبات یکساں ہیں جو انسان کے اندر ودیعت کیے گئے ہیں۔ وہ قوتیں یکساں ہیں جن کے مجموعے کو ہم نفس انسانی کہتے ہیں۔ بنیادی طور پر وہ تمام طبعی، نفسیاتی، تاریخی، تمدنی، معاشی عوامل بھی یکساں ہیں جو انسان کی زندگی میں کارفرما ہیں۔ اگر یہ واقعہ ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ یہ واقعہ نہیں ہے تو جو اصول بحیثیت انسان کی فلاح کے لیے صحیح ہوں، ان کو عالمگیر ہونا چاہیے۔''(21) (نہ اضافی اور مقامی)

اسلامی تعلیمات نہ تو Pre-modern ہیں نہ Postmodern بلکہ وہ Transmodern ہیں یعنی زمانی تبدیلیوں سے اس کے اصول بدل نہیں جاتے۔ اسی لیے اسلامی معاشروں میں ابدی قدروں سے وابستگی موجود ہے۔ اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ علم حقیقی (یا حتمی اور قطعی) کا سرچشمہ باری تعالیٰ کی ذات ہے، اس نے اپنے علم سے انسان کو اتنا ہی معمولی سا حصہ بخشا ہے جتنا وہ چاہتا ہے:

''یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ ج وَلَا یُحِیۡطُوۡنَ بِشَیۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ(22)

ترجمہ: جو کچھ ان کے سامنے ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ ان سے اوجھل ہے وہ بھی اس کے علم میں ہے اور لوگ اس کے علم میں کسی چیز پر بھی حاوی نہیں ہو سکتے بجز ان چیزوں کے جن کا علم وہ (ان کو دینا چاہیے۔)

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا:

''اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ''(23)

ترجمہ: بے شک اللہ وہ ہے جس سے نہ زمین کی کوئی چیز مخفی ہے نہ آسمان کی۔

اس طرح جو حقائق علم حقیقی کے سرچشمہ یعنی باری تعالیٰ کی جانب سے وحی الٰہی یا پیغمبر کی منصوص سنت (حدیث صحیح) کی صورت میں ظہور پذیر ہوئے ہوں وہ حتمی صداقت (Absoulte truth) ہیں اور ان کے ماسوا دنیا میں حقیقت کے جتنے بھی دعوے پائے جاتے ہیں، ان کی دو قسمیں ہیں۔ اگر وہ وحی الٰہی سے متصادم ہیں تو وہ باطل مطلق (Absolute False) ہیں اور اگر متصادم نہیں ہیں تو ان کی حیثیت اضافی صداقت (Relative Truth) کی ہے جو صحیح بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی۔

عملی زندگی میں قانون سازی اور ضابطہ سازی کے معاملے میں بھی اسلام نے یہی مؤقف اختیار کیا ہے۔ جدیدیت کی طرح نہ وہ ہر ضابطے اور اصول کو آفاقی حیثیت دیتا ہے اور نہ مابعد جدیدیت کی طرح ہر آفاقی ضابطہ واصول سے انکار کرتا ہے۔ وحی الٰہی کی بنیادوں پر چند آفاقی قدروں اور اصولوں کی حتمیت! اور ان کے دائرے کے باہر وسیع تر معاملات میں وحی الٰہی کی روشنی میں نئے طریقوں، ضابطوں اور راستوں کی تشکیل کا راستہ ایک ایسا معتدل راستہ ہے جو اسلام کو بیک وقت دائمی، آفاقی، تغیر پذیر اور مقامی احوال کے مطابق بناتا ہے اور زمان ومکان کے اختلافات سے ماورا کر دیتا ہے۔ اس لیے اسلام کی بنیاد پر بننے والا معاشرہ صحیح معنوں میں انسانیت کی فلاح اور اخروی نجات کا ضامن اور بالائے جدیدیت (Transmodern) معاشرہ ہوتا ہے۔

خلاصہ بحث

حاصل کلام یہ ہے کہ مابعد جدیدیت مغرب میں شروع ہونے والی اکیسویں صدی کی وہ فکری تحریک ہے جو دراصل گزشتہ صدی کی تحریک جدیدیت کے ردعمل میں برپا ہوئی۔ جدیدیت نے سائنس اور عقل کی بنیاد پر انسانی مسائل کا حل پیش کرنے کا دعویٰ کیا تھا۔ اور اپنے اصولوں کو آفاقیت کا درجہ دیا تھا۔ لیکن مابعد جدید مفکرین کے نزدیک کسی قسم کی صداقت یا کوئی بھی دعویٰ آفاقی نہیں ہے۔ مذہب، سیاسیات، معاشیات وغیرہ کا کوئی بھی اصول

جو آفاقی ہونے کا دعویدار ہو مابعد جدیدیوں کے نزدیک مہابیانیہ ہے اور کوئی بھی مہابیانیہ ان کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے۔وہ ہر آفاقی اصول اور ضابطے کو شک و تردید کی نظر سے دیکھتے ہیں۔مابعد جدید مفکرین کے نزدیک سچائیاں اور اقدار مقامی ہیں اور اپنے اپنے تناظر میں درست ہیں۔ان کی اکثریت چونکہ کمیونزم سے منسلک رہی تھی اور اس سے بہت سی امیدیں وابستہ کیے ہوئے تھی لیکن سویت یونین کے بکھرنے کے بعد ان مفکرین کا کمیونزم پر سے اعتماد اٹھ گیا لہٰذا انھوں نے ہر طرح کے آفاقی اصول و ضابطے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

ہم نے عقلی و نقلی بنیادوں پر مابعد جدیدیت کے مہابیانیہ کے انکار کی روش کو غلط ثابت کیا ہے اور اس سلسلے میں مغربی مفکرین کے خیالات سے بھی استشہاد پیش کیا ہے۔پھر اسلامی تعلیمات پیش کرتے ہوئے ہم نے ذکر کیا ہے کہ اسلام ہی دنیا کا واحد دین ہے جو عقل کی اہمیت کو تسلیم کرتا ہے لیکن اس کی بھی حدیں مقرر کرتا ہے۔اس موضوع پر قرآنی آیات شاہد ہیں۔قدیم مسلم مفکرین بھی دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ عقل کی غلطی کو کسی ایسے ذریعہ سے ہی معلوم کیا جا سکتا ہے جو اس سے بالا ہو اور وہ ذریعہ وحی الٰہی ہے۔اسلام کے سماجی اور معاشرتی اصول نہ تو جدیدیت کے حامی ہیں نہ مابعد جدیدیت کی حمایت کرتے ہیں۔بلکہ ماورائے جدیدیت اور بالائے مابعد جدیدیت ہیں جو ہر دور میں ہر قسم کے انسانی معاشرے کی رہنمائی کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔لہٰذا اسلام بطور ضابطہء حیات زمان و مکان سے ماورا ہے اور نسل انسانی کی رہنمائی کرنے کی پوری اہلیت رکھتا ہے۔

حوالہ جات

(1) WWW. Wikipedia. org/ postmodernism

(2) www. askoxford.com/conscise-oed/post modernism

(3) نارنگ، گوپی چند، ساختیات، پس ساختیات اور مشرقی شعریات سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور، 1994ء،ص524

(4) Lyotard, J-F(1993), the postmodern condition: A Report on Knowledge (tr. Geoff and Brian Massumi) Minneapolis: university of Minnesota press p.15

(5) Ibid p.24

(6) نارنگ، گوپی چند، ایضاً، ص543

(7) Lyotard, J-F (1993) Ibid p.22

(8) www.pbs.org/faith and reason/gengloss/postm-body -html

(9) Habermas, Jurgan (1993), Modernity vs postmodernity, cambridge: polity press p.314

(10) www. pbs. org/faith andreason/gengloss/ postn-body html.

(11) ابن تیمیہ،شیخ الاسلام امام احمدؒ حرانی،مقدمہ فی اصول التفسیر،مکتبہ سلفیہ لاہور 2008ء،ص 44

(12) القرآن، یوسف 12:105

(13) القرآن،الاعراف 7:179

(14) عبدالباقی،محمد فواد،المعجم المفہرس الالفاظ القرآن الکریم،منشورات ذوی القربیٰ،1423ء،ص 595

(15) القرآن،البقرہ 2:164

(16) مسلم بن حجاج القشیری،الجامع الصحیح،نعمانی کتب خانہ لاہور،2004ء، ج ا،ص 88

(17) القرآن،البقرہ 2:231

(18) القرآن،آل عمران 3:48

(19) غزالی،ابوحامد محمد بن محمد بن محمد بن احمد،تہافتہ الفلاسفہ (ترجمہ: محمد حنیف ندوی) ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور،1995ء،ص 78

(20) اس موضوع پر امام غزالی نے جو بحث کی ہے اس کے لیے ملاحظہ کیجئے:
www.ghazali.org/site/dissert.html

(21) مودودی،مولانا سید ابوالاعلیٰ،دین حق، اسلامک پبلیکیشنز لاہور،2007ء،ص 10

(22) القرآن،البقرہ 2:255

(23) القرآن،آل عمران 3:5